انجمن ترقی اردو ہند کا پندرہ روزہ اخبار

ہماری زبان

قیمت فی پرچہ دو آنے
سالانہ چندہ دو روپے

ایڈیٹر آل احمد سرور

جلد ۱۵ نمبر ۱۷	یکم ستمبر سنہ ۱۹۵۶ ع	علی گڑھ

انجمن کی خبریں

دہلی — شاخ انجمن ترقی اردو دہلی کا ایک جلسہ عبدالباقی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں اردو رسم خط کے سوالنامہ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند پر غور اور بحث کے بعد یہ طے پایا کہ:۔

"اردو رسم خط میں کسی خاص تبدیلی کی ضرورت بالکل نہیں ہے۔ لیکن بعض معمولی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے ماہرین زبان کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے جو تبدیلیوں پر غور کرکے پہلے قوم کے سامنے اپنی سفارشات پیش کرکے تحریری و زبانی شہادتیں لینے کے بعد آخری فیصلہ کرے "

پٹنہ — جناب غلام سرور صاحب اطلاعا دیتے ہیں صدر جمہوریہ ہند اس استصواب پر کہ آیا بہار اردو وفد کا وہ مطالبہ جو ۳ مئی (؟) منعقدہ کو صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں بہار میں اردو کو علاقائی زبان قرار دئے جانے کے متعلق کیا گیا تھا، مسترد کیا گیا یا زیر غور ہے، وزارت تعلیمات مرکزی حکومت سے بہار اردو وفد کو ایک ارجنٹ خط موصول ہوا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی یہ مسئلہ حکومت ہند کے زیر غور ہے اور جلد اس سلسلے میں کسی اہم اعلان کی توقع ہے۔ چنانچہ بعض اہم متعلقہ کاغذات کی فوری طلبی کی گئی تھی جسے بھیج دیا گیا ہے

ہفتہ بھر میں بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کی ایک اہم فوری نشست بھی ہو رہی ہے اس مسئلے پر تفصیل سے غور کرکے اگلا قدم اٹھانے کا فیصلہ کرے گی۔

راجستھان — جے پور میں ۲۹ مارچ سے ۳۱ مارچ تک منعقدہ آل راجستھان اردو کنونشن میں جو تجاویز پاس کی گئی تھیں ان کی بابت حکومت راجستھان اور حکومت ہند سے یکم اپریل سے ابتک خط و کتابت ہوتی رہی اور ہنوز جاری ہے۔ اس سلسلے میں انجمن ترقی اردو راجستھان کا ایک وفد ۸ جولائی کو وزیر اعلیٰ راجستھان سے ملا بھی تھا۔ اور اپنے مطالبات کی توضیح کی تھی۔ پھر دوبارہ انجمن کے وفد نے ڈپٹی سکریٹری محکمہ تعلیمات راجستھان سے ملاقات کی تو معلوم ہوا کہ حسب ذیل احکام جاری ہو گئے ہیں۔

(۱) جس اسکول میں کم از کم چالیس طلبہ اردو پڑھنے والے ہوں وہاں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۲) اگر کسی کلاس میں دس طلبہ اردو پڑھنے والے ہوں تو اس کلاس میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۳) جس اسکول میں اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے اس کی لائبریری میں اردو کی کتابوں کا انتظام کیا جائے۔

(۴) اردو کے نصاب کی کتابوں کی طباعت اور دستیابی

کا معقول انتظام کیا جائے

دیگر تجاویز ہنوز زیر تصفیہ ہیں جن کی منظوری کے لئے ارکان انجمن کوشاں ہیں۔

اس وفد میں مولوی احمد سعید مدرس اہل اسلامیہ اسکول قصبہ باراں ضلع کوٹہ بھی شامل تھے۔ جو باراں کے گورنمنٹ اسکول میں اردو کی تعلیم کے لئے دو سال سے کوشاں ہیں اور اجازت نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں ڈپٹی سکریٹری نے ایک درخواست لے لی اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد انتظام ہو جائے گا۔

مدھیہ پردیش صدر ریاستی انجمن ترقی اردو کی اطلاع ہے کہ :۔ حکومت ہند نے مہاراشٹر اور جنوبی ہند کے مایہ ناز شاعر مولانا ابوالحسن ناطق کو ایک سال کے لئے ۵۰ روپیہ ماہوار مشاہرہ مقرر کیا ہے۔

بھوپال ریاستی انجمن ترقی اردو کے صدر جناب شری لال صاحب وکیل نے بھوپال ریاست کے اسکولوں اور کالجوں میں کی جانے والی زیادتیوں پر اظہار افسوس کرتے ہوئے حکومت بھوپال سے مطالبہ کیا کہ اردو کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ کورس کی کتابیں اردو اور ہندی دونو فراہم کی جائیں۔ لائبریریوں میں اردو کتابوں کا معقول انتظام ہو۔ اور ایسے ججوں کی نگرانی رکھی جائے جو اردو کو نقصان پہنچانے کے لئے طلبا کو مجبور کرتے ہیں کہ کتابیں نہ لائیں اور اگر لائے ہوں تو واپس کریں۔

آپ نے مزید فرمایا کہ حمیدیہ کالج میں ایم۔ اے کے اردو کلاس کھول کر حکومت نے اچھا قدم اٹھایا ہے یہ اقدام اسی وقت مفید ہو سکتا ہے کہ عملہ اور ٹیچر اردو کے ساتھ تعصب نہ برتیں۔

تضمین

بر غزل فیض احمد فیض

غم دوراں سے ذرا بچ کے جو ہم آتے ہیں
اشک آنکھوں میں لئے لشکر ستم آتے ہیں
عشق میں ایسے مقامات بھی کم آتے ہیں
دل میں اب یوں ترے بھولے ہوئے غم آتے ہیں   جیسے بچھڑے ہوئے کعبے میں صنم آتے ہیں

ظلمت شب میں چمکتی ہے مسرت کی کرن
مسکرانے لگے ویران خیالوں میں چمن
خود بخود آج ابھرتے ہیں مرے داغ کہن
ایک اک کرکے ہوئے جاتے ہیں تارے روشن   میری منزل کی طرف تیرے قدم آتے ہیں

پرتو جام سے ہر سمت چراغاں کردو
خیر مقدم کے لئے تا در میخانہ بڑھو
عظمت مشرب رندانہ دکھا دو ان کو
رقص سے تیز کرو، ساز کی لے تیز کرو   سوئے میخانہ سفیران حرم آتے ہیں

اپنی آہوں سے بجھائے ہیں امیدوں کے چراغ
بے طلب جب بھی ملا توڑ دیا ہم نے ایاغ
غیرت عشق کا دامن ہے ابھی تک بے داغ
کچھ ہمیں کو نہیں احسان اٹھانے کا دماغ   وہ تو جب آتے ہیں مائل بہ کرم آتے ہیں

صبح ہر حال میں ہوگی، مگر اتنا تو کرو
مجھ کو بھی ہجر کے سرور شب غم پینے دو
میری خاطر سے ذرا ڈوبتے تارو ٹھہرو
اور کچھ دیر نہ گذرے شب فرقت سے کہو   دل بھی کم دکھتا ہے وہ یاد بھی کم آتے ہیں

شفیق الدین فریدی

آپ کی رائے

خوش ہوں کہ ہماری زبان کی طرف خاص توجہ کی جا رہی ہے، جس کی بہت ضرورت تھی۔

ایوب آزادی پوڑہ

رسم خط کے متعلق جو سوالنامہ آپ نے شائع کیا تھا وہ بہت ضروری تھا۔ اس پر مبصرین نے جو مشورے دئے ہوں براہ کرم وہ ہماری زبان میں شائع فرما دیجئے تو اچھا ہے۔ (ع۔ حمید)

(لٹریری کمیٹی میں غور کرنے کے بعد ضرور شائع کئے جائیں گے۔ ہماری زبان)

جب سے ہماری زبان دو رنگوں میں چھپنے لگا ہے بہت اچھا لگتا ہے، اسی طرح ہمیشہ مختلف رنگوں میں شائع کرتے رہئے۔

(رتن سنگھ طالب علم)

ہماری زبان

یکم ستمبر ۱۹۵۶ء

ایک تلخ حقیقت

اردو کے بہت سے ہمدرد اور دوست، حکومت کی چیرہ دستی، اپنوں کی بے پروائی اور فضا کی ناسازگاری کا ماتم کرتے رہتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ نالہ و فریاد میں ان کا کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ کتنی اعصابی قوت ضائع ہوتی ہے۔ کتنی عملی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ انھیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ اردو کی ترقی کے لئے کتنے کام وہ کر سکتے ہیں جو نہیں کرتے۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ بہت سی باتیں وہ اپنے طور پر کر سکتے ہیں۔ بہت سی مشکلات کو خود دور کر سکتے ہیں، بہت سے عقدوں کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کر سکتے ہیں۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ہر شہری کی ابتدائی تعلیم اس کی مادری زبان میں دینے کا ذمہ لے اور ثانوی درجے پر جو سہولتیں فراہم کر سکتی ہو فراہم کرے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ابتدائی درجوں میں مادری زبان میں تعلیم دلانے کے لئے سرپرست خود متوجہ نہیں ہوتے، انھیں توجہ دلانی پڑتی ہے۔ وہ اپنے جمہوری حق کے لئے ہیڈ ماسٹر، انسپکٹر اور دوسرے حضرات کے پاس نہیں جاتے۔ اگر ابتدائی تعلیم کا انتظام نہیں ہے تو اس کے لئے کوشش نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ ابتری ثانوی درجوں میں ہے۔ ثانوی تعلیم ابھی تک حکومت کا فرض نہیں ہے۔ اس لئے سرکاری اداروں میں ہم اس پر اصرار کر سکتے ہیں کہ حکومت اردو کی تعلیم کا بھی انتظام کرے۔ لیکن پرائیویٹ اداروں میں رائے عامہ کی بیداری اور اردو دوست حضرات کی جدوجہد ہی اس انتظام کی ضامن ہو سکتی ہے۔ ثانوی درجے پر اب اردو اختیاری مضمون کی حیثیت سے لی جا سکتی ہے مگر بہت سے لوگ انگریزی کو اردو پر ترجیح دیتے ہیں بلاشبہ انگریزی بھی پڑھنا چاہئے مگر اردو کے بجائے نہیں بلکہ اردو کے علاوہ۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کتنے پرائیویٹ اسکولوں اور کالجوں سے اردو خارج ہو گئی۔ اب ذہنیت بدل رہی ہے۔ اردو والے ذرا سی توجہ ان تعمیری کاموں کی طرف کریں تو اسکولوں اور کالجوں میں اردو رائج ہو سکتی ہے۔ جو ہندو اور سکھ پنجاب سے آئے ہیں ان کے یہاں اردو کا چلن ہے مردم شماری کے دفتر میں ممکن ہے انھوں نے اپنی زبان ہندی لکھائی ہو، مگر وہ اردو سے دلچسپی رکھتے ہیں اردو کی کتابیں خریدتے اور پڑھتے ہیں، اردو کے مشاعرے منعقد کراتے ہیں اور ان میں ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں ان سے ہمارا رابطہ اور مضبوط ہونا چاہئے۔ شہری مسائل اور تہذیبی معاملات میں اردو والوں کو اور جوش سے حصہ لینا چاہئے۔ کسی کو یہ خیال نہ ہونے پائے کہ آزاد ہندستان کے سارے تعمیری کام اردو والوں کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ تو صرف اردو، اردو کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ اردو، اپنے حقوق مانگنے میں فرائض کا احساس انھیں نہیں ہے۔

ایک چیز جس کا خاص خیال رکھنا ہے یہ ہے کہ آج اخباروں میں مضمون لکھنے، جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کرنے جلوس نکالنے، اسمبلی ہال میں مظاہرے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آئے دن اس قسم کے مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا کیا اثر ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اپنی آواز کو حکومت تک پہنچانے کے لئے ہمیں تمام جمہوری طریقے اختیار کرنے چاہئیں مگر چونکہ اب تک اس معاملے میں ذمے داری و احتیاط سے کام نہیں لیا گیا اس سے ان طریقوں کا اثر بھی کم ہو گیا ہے اب ہمیں اپنی آواز کو حکومت تک پہنچانے کے لئے زیادہ منظم، زیادہ باشعور اور زیادہ متحد ہونا چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو کی مخالفت پر احتجاج کا حق ہر اردو دوست کو ہے۔ لیکن اردو کے دوستوں کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ چند افراد یا نئے اداروں کی آواز، اتنی مؤثر نہیں ہوتی۔ جتنی وہ آواز جو آزمودہ، قدیم، باعمل، ذمے دار اور رائے عامہ کے ترجمان اداروں کی ہوتی ہے۔ جلسے اور کانفرنسیں، احتجاجی مظاہرے اور مارچ کا حق ہر ایک کو ہے کوئی کسی کو اس سے روک نہیں سکتا، مگر سوچنا یہ چاہئے کہ کون سی آواز زیادہ مؤثر ہوگی۔ کس کی بات زیادہ سنی جائے گی۔ ہمیں اردو کا حق منوانا ہے، اپنے خلوص کی نمائش نہیں کرنی ہے۔ ہمیں ایک معرکہ جیتنا ہے اپنے جوش اور جذبے کے مظاہرے پر خوش ہونا نہیں ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ کون سے طریقے

آج زیادہ کارگر ہو سکتے ہیں اور کون سے نہیں۔ کاش اردو دوستوں کو منزلِ مقصود کی لگن زیادہ ہوتی۔ اپنی دکان کی رونق اور شان کی اتنی فکر نہ ہوتی۔

انجمن ترقی اردو ہند اسی وجہ سے اردو کے تحفظ اور بقا کے لئے تعمیری جدو جہد کر رہی ہے۔ جو لوگ اسے مصلحت اور خوشامد سمجھتے ہیں سمجھا کریں۔ طاقت کا مظاہرہ اچھی چیز ہے۔ لیکن کمزور کا اکڑنا اور شیخی بگھارنا اور ساری دنیا کو اپنے سامنے ہیچ سمجھنا، ذہنی مفلسی اور کم ظرفی ہی نہیں دیوانگی بھی ہے۔ دشمنوں سے اتنا ڈرنے کی ضرورت نہیں، اس کے نادان دوستوں سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

اردو کے حقوق ہم منوا کر رہیں گے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں اردو کے مسئلے کو ایک قومی اور جمہوری مسئلہ ثابت کرنا ہوگا۔ اس کے لئے جس تیاری کی ضرورت ہے اسے سب جانتے ہیں۔ ہمیں صرف الیکشن کو نہیں دیکھنا چاہیے، اس سے آگے بھی نظر رکھنا چاہیے۔

معاصرین کی رائے

انجمن ترقی اردو کا وفد

ہم نے پیام مشرق کی کسی گزشتہ اشاعت میں انجمن ترقی اردو کے وفد کی وزیر اعظم سے ملاقات کا ذکر کیا تھا اور یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ ملاقات کا حال اخبارات میں ذمہ دارانہ طور پر آنا چاہیے تھا۔ اس کے جواب میں انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری پروفیسر آل احمد سرور کا جو گرامی نامہ موصول ہوا ہے۔ وہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے درج ذیل ہے:-

"آپ کا تراشہ ملا۔ لسانی تحفظات کے سلسلے میں، میں کچھ اور لوگوں کے ساتھ پارلیمنٹ کے متعدد ممبران سے ملا۔ اور ایک نوٹ انجمن کی طرف سے ممبران پارلیمنٹ کی خدمت میں بھیجا۔ پارلیمنٹ میں چونکہ یہ مسئلہ آیا ہوا تھا، اس لئے وزیر اعظم کی یاددہانی کرانے کے لئے میں کچھ اور لوگوں کے ساتھ ان سے بھی ملا تھا، اس وقت صرف لسانی تحفظات پر گفتگو ہوئی

تمام معاملات خصوصاً صدر کے اردو کو علاقائی زبان بنانے کے سلسلے میں انجمن کا ایک نمائندہ وفد صدر، وزیر اعظم اور دوسرے حضرات سے پھر ملے گا۔"

ہمیں مسرت ہے کہ سرور صاحب نے ہماری معروضات پر غور کیا اور تراشے پر پوری سنجیدگی سے غور کیا، اگر انھوں نے آئندہ بھی اسی توجہ سے کام لیا تو انجمن اور ان کے کارکنان کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہو سکیں گی۔

انجمن کا جو وفد آئندہ وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ سے

ملاقات کیلئے جائے اس کا پورا حال اخبارات میں شائع ہونا چاہیے اور اگر ممکن ہو تو وفد ملاقات کے بعد دلی میں ایک پریس کانفرنس منعقد کرے تاکہ ہمدردان اردو کو ملاقات کے نتائج کا علم ہو سکے اور وہ مطمئن رہیں۔

انجمن ترقی اردو بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو گئی ہے۔ یہ اچھا ہوگا، اگر اس کے موجودہ سکریٹری انجمن کی سرگرمیوں سے عوام کو باخبر رکھیں تاکہ وہ غلط فہمیاں دور ہو سکیں جن سے انجمن کو بہت دھکا لگا ہے۔ (پیام مشرق)

راج سبھا میں اردو

راج سبھا میں ریاستی بل پر بحث کے دوران بیگم انیس قدوائی نے کہا کہ یوپی، دہلی اور بہار میں اردو کو پھلنے پھولنے کے ویسے ہی مواقع دئے جائیں جو دوسری علاقائی زبانوں کو حاصل ہیں۔ آپ نے مطالبہ کیا کہ جن بچوں کی مادری زبان اردو ہے انھیں اس بات کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنی تعلیم اردو زبان میں حاصل کر سکیں۔ مسٹر ... نے بھی اردو کے ساتھ بہتر اور مناسب سلوک کرنے پر زور دیا۔

آپ کی رائے

"ہماری زبان" کی کون کون سی چیزیں آپ کو پسند ہیں اور کیوں؟ براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ اس کے بہتر بنانے کے لئے آپ کی کوئی تجویز ہو تو وہ بھی لکھئے۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

شری سمپورنانند اور اردو

شری سمپورنانند نے اردو کے متعلق یو۔پی اسمبلی میں جو جواب دیا اس پر چند معاصرین کے مختصر اقتباسات عدم گنجائش کی وجہ سے دئے جاتے ہیں۔

قومی آواز: ہم وزیر اعلیٰ کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کا انکار جتنا مضبوط ہے، اتنا ہی کم زور ان کا عذر ہے۔

رہا یہ تازہ تازہ مضبوط انکار سو اس کے بارے میں صرف اتنا کہیں گے کہ

ترے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

اسی انکار کا تو کرشمہ ہے کہ چھ سات سال سے اردو کے لئے جدوجہد کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے اور اگر یہ انکار باقی ہے تو ہم کو یقین ہے کہ مردہ دلوں میں بھی جدوجہد کی امنگیں انگڑائیاں لینے لگیں گی۔

مبارک سہارنپور: ہمارے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر سمپورنانند بھی عجب ارادے کے آدمی ہیں۔ ممکن نہیں کہ ان کی رائے میں کوئی صورت حال بھی تبدیلی پیدا کردے۔ اور ان کی خصوصی خواہشات کے خمیر سے جو رائے بنتی ہے، وہ تو زمین و آسمان کے بدلنے کے بعد بھی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ جب موصوف سے یہ دریافت کیا گیا کہ ـــــ کیا حکومت ایک ترمیم منظور کر کے اردو کو یو۔پی کی علاقائی زبان قرار دے گی؟ ڈاکٹر سمپورنانند کا جواب ایک عظیم الشان "نہیں" تھا۔

طاقت کے اس مظاہرہ کو کیا کہا جائے گا؟ کاش وہ طاقت جس کے ایسے مظاہرے ہوتے ہیں۔ تاریخ عالم کے عبرت ناک واقعات سے بھی واقف ہوتی اور اسے معلوم ہوتا کہ اقتدار کا آفتاب کبھی کبھی نصف النہار پر پہونچنے سے پہلے بھی غروب ہو جاتا ہے اور تاریخ انسانی اس کی گواہ ہے۔

ہند کلکتہ: لسانی اقلیتوں کے تحفظ کے لئے حکومت ہند جس پالیسی پر عمل کرے گی، اس میں یو۔پی کے لئے بھی کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو جائے گا، اب دیکھنا ہے کہ صوبہ کے وزیر اعلیٰ کی "نا" چلتی ہے یا ملک کے وزیر اعظم کی "ہاں" اپنا اثر دکھاتی ہے

الجمعیۃ دہلی: اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ سے ہمیں کبھی توقع نہیں ہوئی کہ وہ سیدھے طریقے سے اردو کے معاملے میں انصاف سے کام لیں گے اور اپنی پرانی ہٹ سے باز آجائیں گے۔

اگرچہ ہٹ دھرمی اور دھاندلی کا کوئی جواب نہیں پھر بھی ہمیں جواب دینا چاہئے اور وہ یہ کہ اردو کے لئے ہماری جدوجہد تیز تر ہو جائے اور مخالفت کو دیکھ کر ہماری عملی قوتیں پوری طرح ابھر آئیں اور ہم قومی اور جمہوری اصول کا سہارا لیتے ہوئے اس یقین کے ساتھ میدان میں اتر آئیں کہ انصاف کی فتح ہوگی اور اردو کا حق کبھی نہ کبھی وقت ضرور تسلیم کیا جائے گا۔

امر اردو: سمپورنانند جی کا بیان ہمیں صرف یہ پیغام دے سکتا ہے کہ ہماری جدوجہد کو اور زیادہ قوت کے ساتھ آگے بڑھنا ہے۔

ریاست دہلی: جس صوبہ میں کہ جہاں تمام مسلمانوں اور بہت سے ہندوؤں مثلاً کایستھوں اور کشمیری پنڈتوں وغیرہ کی مادری زبان اردو ہے اور پنڈت نہرو نے بھی بارہا اعلان کیا کہ ان کی اپنی مادری زبان اردو ہے اور اردو کو بطور ہندوستان کی ایک تسلیم شدہ زبان کے زندہ رہنا چاہئے ڈاکٹر سمپورنانند نے اردو زبان کی موت کے وارنٹوں پر آخری دستخط کر دیئے۔

ناظم رامپور: آج پورے ملک میں لسانی اقلیتوں کے تحفظ کا سوال زبردست مسئلہ بن کر اٹھ چکا ہے یہی اردو کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جس طرح ملک کی دوسری اقلیتی زبانوں کا مسئلہ حل کیا جائے گا اسی طرح ملک کے مختلف صوبوں میں اردو کو صحیح پوزیشن بھی حاصل ہوگی جن میں یو۔پی بھی شامل ہے۔

تحریک دہلی: یو۔پی کے وزیر اعلیٰ جناب سمپورنانند کے اس واضح اعلان کے بعد کہ یو۔پی میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم نہیں کیا جائے گا ان تمام لوگوں کو جو اردو کو ہندوستان کی ایک اہم زبان سمجھتے ہوئے اس کی بقا اور تحفظ کے تمنائی ہیں سنجیدگی کے ساتھ اس سوال پر غور کرنا چاہئے کہ ان کا عزم عمل آئندہ کیا ہوگا۔

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کا خطبۂ افتتاحیہ

کل اندھرا اردو کانفرنس میں راج بہادر گوڑ (ایم پی) نے جو خطبۂ افتتاحیہ دیا تھا اس کے اقتباسات نیچے دئے جا رہے ہیں۔

اردو ایک ہندستان گیر زبان ہے

اردو ہندستانی زبان ہے اس لئے دستورِ ہند نے اسے ہندستان کی چودہ زبانوں میں شامل کیا اور اسے تسلیم کیا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جس طرح تلگو، تامل، ملیالم، مرہٹی، کنڑی، گجراتی، راجستھانی، بنگالی، اڑیہ وغیرہ زبانوں کے مخصوص علاقے اور ان کی کم و بیش معین سرحدیں موجود ہیں۔ اس طرح اردو کا کوئی علاقہ نہیں ہے۔ یہ یوپی اور دہلی میں پیدا ہوئی۔ پروان چڑھی اور آج اس کے بولنے والے ہندستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ملک کا کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں اردو بولنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود نہ ہو۔ یہ ٹھیٹھ ہندستانی زبان ہے اور پاکستان میں بھی ایک پنجاب کو چھوڑ کر جہاں کچھ لوگ پنجابی کے علاوہ اردو بھی پڑھتے اور بولتے ہیں یہ ان ہی لوگوں کی زبان ہے جو ہندستان سے گئے ہیں اور جنھیں مہاجر یا پناہ گزیں کہا جاتا ہے۔

آزادی کی جدوجہد میں اردو کا شاندار حصہ

ویسے تو ہندستان کے دستور نے جن چودہ زبانوں کو تسلیم کیا ہے اس میں سنسکرت بھی ایک ایسی زبان ہے جس کا کوئی علاقہ نہیں ہے لیکن اس کے بولنے والے عام لوگ بھی نہیں ہیں یہ ایک قدیم لیکن مالدار ہندستانی زبان ہے جسے صرف خاص خاص لوگ اور ریسرچ اسکالر سیکھتے ہیں اردو کا مخصوص علاقہ نہ ہوتے ہوئے بھی کروڑوں اس ملک میں بستے ہیں جن کی مادری زبان ہے۔ ہندستان کی آزادی کی جدوجہد میں اردو زبان کے لکھنے اور بولنے والوں نے جو حصہ لیا ہے وہ ہندستان کی کسی اور زبان سے کم نہیں ہے بلکہ بعض زبانوں سے زیادہ ہی ہے۔ مئی ۱۹۵۷ء میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی صدسالہ برسی کے موقع پر انجمن ترقی اردو ہند ایک انتخاب شائع کر رہی ہے جس میں اردو زبان کے ان بعض تخلیقات کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اردو زبان آزادی کی جدوجہد میں جو شاندار حصہ ادا کیا ہے اس کی ایک جھلک اس مجموعے میں ملے گی۔

غرض ہر حیثیت سے اردو کو ہندستانی زبانوں میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

اردو شعر و ادب کی روایات

بعض لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسے ہندستانی زبانوں کی فہرست ہی سے نکال دیا جائے بھلے ہی وہ علی الاعلان یہ مطالبہ نہ کرتے ہوں

یہ صحیح ہے کہ بعض ادبی اسالیب بیان اور اصناف سخن، بعض تشبیہات، استعارے اور تلمیحات، مغربی ایشیائی ماحول اور ان کی ملکوں کی قدیم تاریخ سے ماخوذ ہیں لیکن اردو زبان محض اسالیب بیان، ان تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحوں ہی کا نام تو نہیں ہے۔

جہاں اردو ادب لیلیٰ مجنوں، اور شیریں فرہاد جیسے مغربی ایشیائی رومانی شخصیتوں کو اردو بولنے والوں تک پہنچاتا ہے وہیں وہ سسی پنوں، مرزا صاحباں، ہیر رانجھا اور نل دمینتی سے بھی انھیں مانوس کرتا ہے، زلف بنگال، شام اودھ، شب مالوہ اور صبح بنارس کو اردو شاعری نے حیات جاوید بخش دی ہے اور ان میں سے کوئی بھی نہ ایرانی ہے نہ تورانی۔

کئی اردو شاعروں نے جہاں وسطی ایشیا کے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے تو انھیں ہندستانی ماحول میں پیش کیا ہے مثلاً انیس نے کربلا کی تاریخ جدوجہد کے جتنے بھی نقشے کھینچے ہیں ان پر ہندستانی رنگ غالب ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھئے۔

یارب رسول پاک کی کھیتی ہری رہے!
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

یا یہ مصرعہ:-

سنتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے۔

بعض کٹر مسلمان اور تنگ نظر مولویوں نے تو انیس کے بارے میں کہہ ڈالا ہے کہ انیس کا حسین ہندستانی ہے۔

(باقی)

اردو دنیا

اردو کا مسئلہ

اردو کے لئے خطرہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جو اسے مذہبی یا سیاسی رنگ دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو یہ کہنا بھی اردو کو نقصان پہنچانا ہے کہ «چلو اردو مسلمانوں کی زبان سہی، لیکن حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کی ایک اہم اقلیت زبان کا تحفظ کرے» یہ دلیل نہیں ہے، دلیل کے چہرے کو مسخ کرنا ہے، یہ سیدھی نہیں بلکہ ٹیڑھی بات ہے۔ آخر غلط کیس بنا کر صحیح مطالبہ کو غلط کیوں بنایا جاتا ہے؟ اسی لئے ہمیں «موتمر اردو» جیسی کانفرنسیں کھٹکتی ہیں، جو لوگ ہندوستان کی فضا میں فرقہ واریت کے لئے بدنام ہیں، وہ اگر اردو کی حمایت میں آواز بلند کریں گے، وہ تریاق کو زہر بنانے کے مجرم قرار پائیں گے۔ ایسے لوگوں کی بڑی مہربانی ہوگی اگر وہ اردو کا نام زبان پر نہ آنے دیں ۔۔ اردو کو کسی فرقے کے نام سے پیش کرنا اردو کے ساتھ سخت دشمنی ہوگی۔ موجودہ وقت میں تو کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر مسلمان مسجدوں، قبرستانوں اور اوقاف کی زمین کے لے میدان میں آئیں تو پہلے اپنے مطالبہ کو قومی اور جمہوری بنائیں۔ یعنی انھیں کہنا چاہیے کہ قبرستانوں کی حفاظت اور مسجدوں کی واگزاری ہمارا جمہوری اور قومی فرض ہے ہم بھی ہندوستانی قومیت کا جزو ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی مسجدوں اور قبروں کا تحفظ نہ ہو، جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجدوں کے معاملے کو بھی مذہبی رنگ میں پیش نہ کیا جائے تو یہ بات قطعی ناقابل برداشت ہے کہ اردو کے مسئلے کو مذہب اور سیاست کے نام پر اٹھایا جائے اردو کا تحفظ ہندوستان کا قومی اور جمہوری سوال ہے جسے قومی اور جمہوری رنگ ہی میں پیش کرنا چاہیے۔ اس لئے ہم انجمن ترقی اردو ہند کو اس کا مجاز قرار دیتے ہیں کہ وہ اردو کے مسئلے کو لے کر اٹھے اور اسے انجام تک پہونچائے کیونکہ اس انجمن کا تعلق ہندوستان کے تمام طبقوں سے ہے۔ ہندو مسلمان۔ سکھ۔ عیسائی، کانگریسی اور غیر کانگریسی سب اس کی پشت پر ہیں اور یہ سب مل کر ہی اردو کی کشتی کو ساحل نجات پر لگا سکتے ہیں! آپ سمجھے کہ ہم نے کیا کہا؟ اگر «موتمر اردو» جیسی کوئی انجمن ہماری باتوں کو سمجھ لے تو ہماری محنت ٹھکانے لگ جائے اور اردو کو دائیں بائیں کا تذبذب پیش نہ آسکے۔

(اقتباس اداریہ الجمعیۃ)

اردو نئے دشمنوں کے ہاتھوں میں

علی گڑھ کی یہ اطلاع اردو زبان کی بدنصیبی کی دلیل ہے کہ آل انڈیا مسلم جماعت عنقریب ہی ایک آل انڈیا اردو کونفرنس منعقد کررہی ہے۔

آل انڈیا مسلم جماعت ایک ایسی آرگنیزیشن ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے حقوق کے نام پر ہندوستان میں پاکستانی اور مسلم لیگی سپرٹ قائم کرتے ہوئے یہاں نئے پاکستان قائم کئے جائیں اور مسلمانوں کو ہندوؤں اور دوسری اقوام کی مخالفت کا درس دیا جائے۔ چنانچہ اس جماعت کے اردو کے مسئلہ کو اپنے ہاتھوں میں لینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اردو زبان اپنے غیر مسلم مداحوں یعنی کایستھوں، کشمیری پنڈتوں اور دوسرے ہندوؤں کی ہمدردی سے محروم ہو جائے اور اس زبان کو صرف مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

(اقتباس اداریہ نوٹ ریاست)

پریم چند کی جوبلی

نئی دہلی۔ ۱۰ اگست راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کل یہاں کہا کہ ہندی اور اردو کے مشہور ادیب منشی پریم چند نے جن بلند آدرشوں کو اپنے سامنے رکھا اور جس طریقے سے عمر بھر انھیں اپنائے رکھا وہ آج کل کے ادیبوں کے لئے مشعل راہ ہونے چاہئیں۔ راشٹرپتی منشی پریم چند کی ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب میں جو ہندی ساہتیہ سمیلن کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، بھاشن دے رہے تھے۔ مرکزی ہوم منسٹر پنڈت پنت جنھوں نے تقریب کی صدارت کی۔ اجمیر کے وزیر اعلیٰ شری ہری بھاؤ اپادھیائے، شری ذکر ممبر پارلیمنٹ، مراٹھی کے مشہور ڈرامہ نویس ماما وریر کر مسٹر ساغر نظامی، ہند میں روسی سفارت خانہ کے کلچرل اتاشی مسٹر واٹی کوف وغیرہ نے بھی پریم چند کو شردھانجلی بھینٹ کی۔ پریم چند نے اپنی زندگی میں تقریباً ایک درجن ناول اور تین سو سے زیادہ کہانیاں لکھی تھیں ماما وریر کر نے منشی پریم چند کی ایک تصویر کی نقاب کشائی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کہا کہ پریم چند نے نہ صرف ہندی اور اردو ادب کو مالا مال کیا بلکہ ان کا معیار بھی بلند کر دیا پریم چند کا ناول

عوام کی روز مرہ زندگی کی عکاسی کا ایک قیمتی ذریعہ بن گیا۔

اردو جاری کرنے کا حکم

لکھنؤ۔ سلطانہ حیات صاحبہ اور بیگم ڈاکٹر رفیق حسین سکریٹری اردو بزم خواتین نے مس گورکا والا انسپکٹرس آف اسکول کو کشمیری محلہ گرلس اسکول، صاحب گنج گرلس اسکول اور حسین آباد گرلس اسکول میں اردو جاری کرنے کے لئے درخواست دے دی ہے۔

مس گورکا والا نے مندرجہ بالا اسکولوں کے اکثر و بیشتر اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے سرپرستوں کے دستخط حاصل کئے ہیں جو کہ اپنے بچوں کو اردو میں ابتدائی تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔

اردو بزم خواتین نے لکھنؤ کے اسکولوں کے اکثر و بیشتر اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے سرپرستوں کے دستخط حاصل کر لئے ہیں جو کہ اپنے بچوں کو اردو میں ابتدائی تعلیم دلانا چاہتے ہیں۔

امید ہے کہ عنقریب دوسرے اسکولوں میں اردو جاری کرنے کے لئے درخواستیں دے دی جائیں گی۔

سب کی زبان

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر بین الاقوامی یونیورسٹی کمیشن نے بزم ادب مہارانیہ کالج میسور کا افتتاحی خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اردو فارسی اور عربی مشرق کی تین عظیم الشان زبانیں ہیں۔ اردو ہندوستان کی ایک مسلم الثبوت زبان ہے اور اس کا ادب نہایت ترقی یافتہ ہے۔ یہ کسی ایک فرقہ کی نہیں بلکہ سب کی زبان ہے اور اس کے ارتقا میں مسلمانوں کے دوش بدوش ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے فرقوں نے کافی حصہ لیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مختصر لیکن پُرمغز خطبے میں اردو فارسی اور عربی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ زبانوں کا سیاست یا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ نئے ہندوستان میں ان زبانوں کی ترقی کے لئے بڑی وسعت ہوگی عربی اور فارسی سے مسلمان غافل ہو جائیں تو ہو جائیں مگر ہندو سکھ عیسائی اور پارسی ضرور ان زبانوں کو سیکھیں گے اور ان میں قابلیت پیدا کریں گے۔ بیرونی ممالک سے تعلقات قائم رکھنے کے لئے ان زبانوں کے جاننے والوں کی ہندوستان میں ایک کافی بڑی تعداد کی ضرورت ہوگی۔ ان کا مستقبل ہمارے ملک میں بہت امید افزا ہے۔

آپ نے کہا کہ اردو، فارسی اور عربی کے شاہکاروں کو کنڑی اور ملک کی دوسری زبانوں میں منتقل کرنا چاہئے اور کنڑی وغیرہ ادب کا اردو میں ترجمہ کرنا چاہئے اس سے باہمی مفاہمت میں بڑی مدد ملے گی اور ملک کا ادب ترقی کرے گا

اردو اور شیخ الاسلام

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہٗ گزشتہ ہفتہ بنگلور میں مقیم تھے۔ اس موقع پر اردو زبان کی حمایت اور اس کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں ایک اردو کے نادان حامی نے حضرت موصوف سے کہا: اردو کے باقی رہنے میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہے۔

شیخ الاسلام نے فوراً فرمایا "آپ حضرات کی یہی غلطی ہے کہ اردو کو اسلام کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں اردو ایک زبان ہے اور اسلام ایک دین ہے۔"

ہم نے بارہا اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اردو صرف ایک لسانی مسئلہ ہے اور یہ زبان کسی ایک مذہب سے تعلق نہیں رکھتی، جو لوگ اسے مذہبی رنگ دینا چاہتے ہیں وہ اس بنیاد پر بھی اپنے مخالفوں میں اضافہ کرتے ہیں۔ (جمہور بنگلور)

پنجاب یونیورسٹی

پنجاب یونیورسٹی نے حال ہی میں فیصلہ کیا ہے کہ جن طلباء نے مڈل اسکولوں میں انگریزی کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ اردو، پنجابی اور ہندی تینوں زبانوں میں میٹرک کا امتحان دے سکتے ہیں۔

بقیہ: تبصرے

چل کر ان کے لب و لہجے میں اور بھی گہرائی آ گئی ہے۔ اقبال کا مطالعہ اور ان پر تنقیدی نظر رکھنے کی وجہ سے میکش نے اپنی شاعری میں بھی فکر کا عنصر شامل کیا ہے لیکن اسے نہ جانے کیوں اپنی غزلوں تک محدود رکھا۔ ان کی نظموں پر جوش اور ان کے معاصرین کا اثر زیادہ ہے۔ پھر بھی "عذر عبادت" "داستان حیات" "معذرت" "کشمکش" اور "صبح" خوبصورت نظمیں ہیں۔

میکش کا کلام زبان و بیان اور شاعرانہ لب و لہجے کی ترتیب و تہذیب ہر اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے۔ ہمارے یہاں پچھلے دور میں ادنیٰ درجے کے شاعروں نے ادب کے بازار پر جو چھاپہ مار رکھا تھا۔ شکر ہے کہ اس کا اثر کم ہو رہا ہے اور اب ایسے مجموعے شائع ہو رہے ہیں جو ہر اعتبار سے توجہ کے مستحق ہیں۔

کل آندھرا اردو مجلس

خطبۂ صدارت

جناب ڈاکٹر وی۔ کے سیتہ وادی صاحب ممبر پارلیمنٹ

اور آج بھی یہ کیفیت ہے کہ ہندی کے نئے نئے شوقین جب اردو کی مخالفت کرتے کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی زبانیں صرف اردو ہی بولتی ہیں۔ ہم پنجاب میں دیکھتے ہیں کہ ہندی اور گورمکھی کے تمام مقدمات اردو زبان اور رسم الخط میں ہی لڑے جاتے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر اردو کے دوستوں پر مایوسیاں کیوں طاری ہیں۔ وہ کس چیز سے خوفزدہ ہیں۔ اور اردو کے مستقبل کے متعلق ان کے شبہات کی بنیاد کیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اپنی عملی کوتاہیوں کا عکس ہی انہیں بھوت بن کر ڈرا رہا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے میں کسی جھجک اور شک کے بغیر اپنے اس یقین کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ ملک کی عوامی زبان کو بناوٹی طریقوں سے ثقیل بنانے کی کوششوں کی عمر بہت کم ہے۔ اردو جس کا جنم کا نام ہندی یا ہندوی ہے۔ اپنے ـــ قدرتی رنگ و روپ کے ساتھ باقی رہے گی۔ اس کو مٹانے والوں کی تقدیر میں محروم ہونا لکھا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہندی کے وہ علمبردار جو اسکو غیر ملکی بتاتے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جس "ہندی" کے پرچار میں آج وہ سرگرم ہیں اس کی پوری لغات یا رسد شبد کوش میں ہندی نام کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ ہندی زبان کا یہ نام ہی اردو کی دین ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اردو ہندی کا تمام موجودہ اور پرانا جھگڑا کچھ غلط فہمیوں اور اردو والوں ہی کی کچھ غلطیوں کا نتیجہ ہے یا سیاسی شطرنج باز جو اپنے کردہ مقاصد کی تکمیل کے لئے اسی قسم کے جھگڑوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آج بھی وہ ہندی اردو کے مصنوعی تنازعوں کو آلۂ کار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں میرا یقین ہے کہ ان شطرنج بازوں میں بھی اردو اور ہندی دونوں کے نام نہاد ہمدرد برابر کے حصہ دار ہیں۔ اس لئے اپنے بیان کی تفصیل میں جانے سے پہلے میں اردو کے دوستوں اور علم پروروں کو ایک تنبیہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اردو تحریک کے سلسلے میں جوش پیدا کرنے والے جب آپ کو پکاریں تو آپ ہوش کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور یہ دیکھ لیں کہ یہ ابن الوقت لوگ اردو سے آپ کی عقیدت اور محبت کے جذبات کو کسی پس پردہ مقصد کے لئے تو استعمال نہیں کر رہے ہیں؟ میرا منشا غالباً واضح ہو گیا ہوگا کہ اردو کی تحریک ایک علمی اور ادبی تحریک ہے، اسی حد تک اس کو محدود رہنا چاہئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اردو کی فطری صلاحیتوں اور اپنے متعلق ہمیں پورا اعتماد ہے

میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے بیان پر اردو ہندی تنازعہ کا اثر حاوی ہے لیکن یہ سب ماحول کی پیداوار ہے ورنہ اردو ہندی کے متعلق میری قطعی رائے ہے کہ یہ ایک ہی جسم کے دو لباس ہیں، یا ایک روح کے دو جسم۔ اس تنازعہ کا شور آج نیا روپ ضرور لے رہا ہے اور اس میں شدت اور تعصب کا اثر غالب ہے لیکن اس کی تاریخ پرانی ہے۔ میں آپ کو اردو کے ابتدائی دور کی طرف تھوڑی دیر کے لئے لے چلتا ہوں تاکہ ہم غلط فہمیوں کی پیدائش اور اس کے موجودہ نتائج کو سمجھ سکیں۔ اور عوام کو جو گمراہ کئے جا رہے ہیں صحیح بات بتا سکیں۔

پورانک کتھاؤں میں لکشمی کی پیدائش کے متعلق ایک دلچسپ کتھا بیان کی گئی ہے۔ آسوری شکتیوں (شیطانی طاقتوں) کے بڑھتے ہوئے فتنے کا مقابلہ کرنے میں فرداً فرداً ناکام ہو کر دیوتاؤں نے باہم مشورہ کر کے لکشمی کو جنم دینے کا فیصلہ کیا۔ تمام دیوتاؤں نے اپنا اپنا انش (مخصوص طاقت) دے کر لکشمی کو پیدا کیا۔ اور اسے آسری طاقتوں کے سنہار (تباہی) کا وردان دیا۔ اور آشیرواد دی کہ وہ کبھی مغلوب نہ ہو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لکشمی نے پیدا ہو کر مہاشر (سب سے بڑے شیطان) کو تباہ کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چھ سو برس پہلے میرے وطن کی سرزمین پر بھی ام السنہ سنسکرت کی بیٹیوں (آریائی غیر آریائی اور دراوڑی زبانوں) کے مابین عوام کا دل جیتنے

کے لئے جب مقابلہ ہوا۔ زبانوں کی ماں سنسکرت بوڑھی ہوکر اپنی تمام کشش اور قوت کھو چکی تھی۔ ترکی، یونانی، ایرانی، عربی، فارسی، تامل، تیلگو وغیرہ عوام کا دل جیتنے اور سیکڑوں مذاہب اور زبانوں کے اس وسیع دیس میں ایک مشترکہ غیر مذہبی تہذیب کے قائم کرنے میں ناکام ہو چکی تھیں۔ ان تمام زبانوں نے اپنے اپنے باغ کے بہترین پھول دے کر ایک "گلہائے رنگا رنگ" کا گلدستہ ترتیب دے کر عوام کی محفل میں پیش کردیا۔ جس نے محفل میں آتے ہی اپنی گوناگوں خوبصورتیوں اور خوشبوؤں سے اہل محفل کا دل جیت لیا۔ فارسی کے دم خم ہندی کے جذبات اور دوسری دیگر زبانوں کی حلاوت اور رنگینی نے کہ جب یہ نئی نویلی دلہن بے نقاب ہوئی تو دلوں کو موہ لیا۔ تمام زبانوں کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں عربی، فارسی، ترکی، منگولی، ایرانی تورانی زبانوں کی یہ مشترکہ بیٹی اور سنسکرت کی نواسی اپنی پوری آن بان کے ساتھ پچھلے چھ سو برس سے اس دیس کے کروڑوں دلوں پر راج کر رہی ہے۔ سنسکرت کبھی اس ملک کے عوام کی زبان رہی ہوگی۔ لیکن اس کے بعد فارسی ملک کی سرکاری زبان بن کر بھی ان کروڑوں عوام تک نہ پہنچ سکی۔ اور انگریزی ڈیڑھ سو سال تک دال روٹی کا سہارا ہوکر بھی پیٹ کے دوزخ کا ایندھن تو بنی، دلوں کی رانی نہ بن سکی۔

یہ دیوتاؤں کی بیٹی شکنتلا کی طرح نیچ منڈیوں کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ نیچ منڈ رہی ہے اور رہے گی۔ ہندی یا ہندوی اس کا بچپن کے لاڈ کا نام ہے کسی نے اسے ریختہ کہہ کر پکارا، کسی نے کھڑی بولی کا نام دیا۔ لیکن ناموں کے اس اختلاف میں بھی اس کا وجود تو ایک ہی تھا، ایک ہی رہا۔

حالات کے اثر سے شاید کچھ دوست آج اردو کو ہندی کا نام دینے سے ناک بھوں سکوڑیں لیکن آخر آپ امیر خسرو کو کیا کہیں گے جنہوں نے تیرہویں صدی کے آخر میں اردو کی سب سے پہلی لغات "خالق باری" میں اعلان کیا تھا۔

مشک کافور است کستوری کپور ہندوی آنند شادی و سرور

اور۔ پیس یہ ہندی پنبہ روئی دال کپاس

آتش جو اس دور کے شاعر ہیں جب اردو متروکات سے پاک ہوکر خالص اردو بن چکی تھی۔ اس وقت کی زبان کو ہندی ہی لکھتے ہیں سے

مطلب کی میرے یار نہ سمجھے تو کیا عجب
سب جانتے ہیں ترک کی ہندی زباں نہیں

دیباچہ لطافت میں مولوی انشاء اللہ خاں انشاء نے کئی مقامات پر اردو کے لئے ہندی کا نام ہی استعمال کیا ہے۔

سعدی کے ہم عصر باقر آگاہ نے جن کا سال پیدائش [illegible] ہے اور صوبۂ مدراس کے مقام ایلور کے باشندے تھے۔ اپنے اردو دیوان کا نام دیوان ہندی رکھا تھا۔ اس کے متعلق محمد عبدالقادر سروری ایم اے نے رسالہ اردو بابتہ اپریل [illegible] میں ایک مضمون کے دوران لکھا تھا کہ

"تاہم یہ معلوم ہے کہ اس سے مراد ان شاعروں کی اردو بولی تھی کیونکہ وہ اردو کو ہندی سے جدا چیز نہیں سمجھتے تھے۔"

آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہیں۔

"ہندی یا ہندوی اس کا قدیم نام تھا۔ اردو اور دکنی کے لئے بھی یہ لفظ بلا تکلف استعمال ہوتا تھا۔ گویا اردو ہندی اور دکنی ایک ہی زبان کے مختلف نام تھے۔"

جرأت اپنی مشہور مثنوی حسن و عشق میں لکھتے ہیں۔

کہ اک قصہ سنادے کوئی منظوم
تو اس کو کیجئے ہندی میں منظوم

لطف کی بات یہ ہے کہ جب ہند کی اس عوامی زبان کا یہ نام جو مسلمان شعراء کی دین تھا ہندی یا ہندوی سے اردو بنا اور زیادہ رواج پاگیا تو یار لوگوں نے ہندی کی یائے نسبتی کو اس کا جزو بنا کر ایک الگ زبان کا مستقل نام قرار دے لیا اور اردو والے اس سرقہ کے خلاف احتجاج کرنے کے بجائے خود بھی اسی فریب میں مبتلا ہوگئے کہ ہندی واقعی کوئی دوسری زبان ہے۔

اردو کی وجہ تسمیہ کے بیان میں اگرچہ سرسید نے آثار الصنادید [illegible] میں اسے عہد شاہجہاں سے ملایا ہے۔ لیکن میر امن دہلوی [illegible] میں اپنی تصنیف "باغ و بہار" میں کہتے ہیں کہ

"جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف ملکوں سے سب قوم قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لاثانی کی خبر سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدی جدی تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین سودا سلف سوال و جواب کرتے کرتے ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔"

(باقی آئندہ)

تبصرے

خلیل الرحمٰن اعظمی

حرفِ تمنا

میکش اکبرآبادی ۔ قیمت تین روپے

ملنے کا پتہ :- میوہ کٹرہ آگرہ

میکش اکبرآبادی موجودہ دور کے ان معدودے چند شعرا میں ہیں جن کے لئے شاعری ہی "ذریعۂ عزت" نہیں ۔ وہ زیادہ تر اپنی عالمانہ حیثیت اور تصوف سے متعلق اپنے فلسفیانہ نقطۂ نگاہ کی بنا پر خواص میں جانے پہچانے جاتے ہیں ۔ تخلص کے گنہگار ہونے کے باوجود انھوں نے شعر کی دنیا کو ذرا کم ہی منہ لگایا ہے اور "میکش" کہلانے پر بھی محض دل کی گلابی چھلکانے پر اکتفا کی ہے ان کا پہلا مجموعۂ کلام عرصہ ہوا "میکدہ" کے نام سے آگرہ اخبار پریس سے شائع ہوا تھا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی "حرفِ تمنا" میں "میکدہ" کا انتخاب بھی شامل ہے اور اب تک کی منتخب غزلیں اور نظمیں بھی ہیں ۔ میکش صاحب نے یہ انتخاب خود کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ بہت سلیقے سے کیا ہے ۔ بقول انھیں کے "ایک شاعر کے لئے اپنے اشعار کا انتخاب کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا اور خصوصیات سے یہ اشعار تو اس کی زندگی کا جز ہیں "

میکش صاحب ایک باشعور شاعر ہیں اور ادب و فن سے متعلق ایک متعین نقطۂ نظر رکھتے ہیں ۔ حرفِ تمنا کے دیباچے میں لکھتے ہیں :-

" میرے سامنے ادب کے کئی رجحانات ابھرے اور مٹے ہیں ۔ سیاست اور تہذیب نے کئی پلٹے کھائے ہیں ۔ میں نے ان سب کا مطالعہ کیا ہے ایک تماشائی کی طرح نہیں بلکہ ایک فریق کی طرح اور ان میں سے مجھے جو بھی بہتر معلوم ہوا اسے اپنے ذہن و شعور میں سمونے کی کوشش کی ہے ۔ اسی طرح میں ہر زمانے میں خود اپنی تخلیقات پر تنقیدی نگاہ ڈالتا رہا ہوں لیکن ظاہر ہے کہ یہ نگاہ ایک ناقد کی سی نہیں بلکہ ایک فنکار ہی کی سی ہو سکتی تھی جو وہ اپنے فن پر ڈالتا ہے اور اپنے ہی قلم سے اس میں ترمیم و تنسیخ کرتا رہتا ہے ۔ پھر بھی ہر فنکار کا ایک مزاج ، ایک نظریہ اور ایک اصولِ نقد ہوتا ہے ۔ اسی پر میں نے اپنے کلام کو پرکھا ہے جو بہتر سمجھا اسے پیش کیا ہے ۔ معلوم نہیں کہ مجھے ادب کے کس حلقے اور کس طبقے میں جگہ دی جائے گی بہر حال وہ جگہ آپ میرے کلام ہی سے متعین کریں گے نہ کہ میرے دعوے سے "

میکش کے کلام کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان کے ذہنی ارتقا کا پتہ چلتا ہے ۔ ابتدا میں ان کے یہاں عنفوانِ شباب کے جذبات اور تغزل کا رنگ گہرا ہے

بے دل دیئے میں رہ نہ سکا کیوں یہ کیا کہوں

کچھ کہہ رہا تھا رنگ تمھارا اڑا ہوا

مدت تک اس سے آتی رہی بوئے آرزو	میں مسکرا دیا ہوں وہ مسکرا دیا ہے
دل میں پہلے ہی تمنا کی خلش کچھ کم نہ تھی	اور آفت ہو گئے تم مہرباں ہونے کے بعد
ہاں ہاں مرا قصور تھا ایسے خفا نہ ہو	قربان اس ادا کے کوئی دیکھتا نہ ہو
یارب مرے جنونِ محبت کی ابتدا	ایسے لگاؤ سے ہو کہ پھر انتہا نہ ہو

اگر تمنا ستم ہے تو تجھ پر کیوں نہ مٹ جائے

ترے ہوتے ہوئے آخر یہ دنیا رائگاں کیوں ہو

وہ سو کے اٹھنے کا عالم ترے ستم پہ ستم	وہ زلف چھائی ہوئی تا کمر معاذ اللہ
وہ ہاتھ جوڑ کے آنکھوں سے التجا میری	وہ ان کا ناز سے تطریں چرا کے ہنس دینا

اب کس سے جا کے ان کی شکایت بیاں کریں

ان سے بھی پہلے روٹھ چکے ہیں خدا سے ہم

دے دے تو ہی جواب خدا سے ہے گو سوال

مجھ پر لگی ہوئی ہیں نگاہیں دعا کے بعد

دل کی بربادی میں کچھ لذت ہی تھی ورنہ مجھے

آپ سے کیا کام ہوتا آپ سے کیا کام تھا

ان غزلوں پر اصغر ، فانی اور جگر کے اثرات ہیں لیکن میکش نے ان اثرات کو قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اس سے ان کی غزلوں کے مضامین روایتی نہیں معلوم ہوتے ، ان پر شاعر کی شخصیت کا نقش بہت گہرا ہے ۔ بعض اشعار میں یہ انفرادیت اور ابھرتی ہے ۔

ہمارا عشق اک صورت ہے ان کے حسن کامل کی

وہ ہوتے ہیں تو ان کا چاہنے والا بھی ہوتا ہے

یارب پھر ایک بار نظر دل پہ ڈال دے

مدت ہوئی زیارتِ انساں کئے ہوئے

وہ تھے تو اک اک سے میں تھے ان سے ہزاروں کام مجھے

اب دل کو فرصت ہی فرصت ہے جو چاہے جتنا یاد کرو

کثرتِ جلوہ سے ہر ذرہ ہے آئینہ مرا

اب تو دیکھی نہیں جاتی مری صورت مجھ سے

میکش نے آہستہ آہستہ اس رنگ کو اور گہرا کیا ہے ۔ بعد

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

انجمن کی کتابیں

شعراء کے انتخابی سلسلے کی ۸ کتابیں

(۱) مجاز قیمت ۱۲ر آنے (۲) فیض قیمت ۱۲ر آنے (۳) مخدوم سلطانپوری قیمت ۱۲ر آنے
(۴) اختر شیرانی قیمت ۱۲ر آنے (۵) جوش ملیح آبادی قیمت ۱۲ر آنے (۶) احمد ندیم قاسمی قیمت ۱۲ر آنے
(۷) جگر قیمت ۱۲ر آنے (۸) مخدوم قیمت ۱۲ر آنے

حیات اجمل

اس کے مرتب قاضی محمد عبدالغفار صاحب ہیں اس سوانح حیات کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اس میں مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کی صرف سوانح عمری ہی نہیں ہے بلکہ اس دور کی ہندی سیاسی تحریکات کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں حکیم صاحب مرحوم کے حکمت و کار کا پتہ چلتا ہے۔
قیمت مجلد آٹھ روپے

۱۔ اسلام کے علاوہ مذاہب
۲۔ کی تدوین میں اردو کا حصہ } ڈاکٹر محمد عزیز ۵/۸
۲۔ باپو کے قدموں میں۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد ۱۰/۰
۳۔ سیاسیات کے اصول ہارون خاں شروانی
حصہ اول ۴/۰
" دوم ۲/۰
" سوم ۱/۰
۴۔ مرقع افغان دہلوی خاندان کی تاریخ ۳/۴
۵۔ ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ۵/۸
۶۔ قومی تہذیب کا مسئلہ ڈاکٹر سید عابد حسین ۶/۰
۷۔ ہندوستانی سماجیات ڈاکٹر جعفر حسن ۴/۸
۸۔ ادبی و قومی تذکرے کشن پرشاد کول
حصہ اول ۴/۸
" دوم ۴/۸
۹۔ اسلامی فن تعمیر سید مبارز الدین ۶/۰
۱۰۔ کچھ زر کی بابت ابو سالم ۲/۸
۱۱۔ نفسیات اقوام ولی الرحمن ۱/۱۲
۱۲۔ اخلاق سماجیات ڈاکٹر جعفر حسن ۴/۸
۱۳۔ افزائش نسل غلام حسین خاں ۸/۴
۱۴۔ ایک مشرقی کتب خانہ مبارز الدین رفعت ۳/۰
۱۵۔ مذہب اور علم مہاتما گاندھی ۴/۰
۱۶۔ مشترکہ زبان " ۲/۸
۱۷۔ پرچھائیں آصف علی ۲/۱
۱۸۔ حیات سر سید نور الرحمن ۳/۸
۱۹۔ حیات اجمل قاضی عبدالغفار ۸/۰
۲۰۔ محاسن کلام غالب ڈاکٹر بجنوری ۱/۱۲
۲۱۔ میر تقی میر خواجہ احمد فاروقی ۱۲/۰
۲۲۔ احوال غالب مختار الدین آرزو ۶/۰
۲۳۔ نقد غالب " " ۱۰/۰

حیات سر سید

مصنفہ نور الرحمن

سید مرحوم کے ان گنت احسانات ہماری قوم پر ہیں۔ وہ ہماری قوم کے سب سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمیوں کے کارنامے قوم میں زندگی کی روح پیدا کرتے ہیں اس کتاب میں سید مرحوم کی عظیم الشان زندگی کا خاکہ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام پڑھنے والے ان کے بڑے بڑے کاموں اور ان کی زندگی کے خاص خاص پہلوؤں سے واقف ہو جائیں۔
قیمت ۳/۸ روپے

قومی تہذیب کا مسئلہ

ڈاکٹر سید عابد حسین نے اس کتاب میں ابتداء سے اس وقت تک کی قومی تہذیب کی ترقی اور قومی وحدت کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔
قیمت مجلد ۶ روپے

ہندوستانی سماجیات

ڈاکٹر جعفر حسین خاں صاحب کی تالیفات جو عمرانیات کے ماہرین میں سے ہیں۔
قیمت مجلد ۴/۸ روپے

ہماری زیر طبع کتب

(۱) ذکر حافظ سید سجاد ظہیر (۲) یادگار حالی دینا اڈیشن مع ترمیم و اضافہ صالحہ عابد حسین
(۳) انتخاب کلام میر ڈاکٹر عبدالحق (۴) امراؤ جان ادا اور دوسرے مضامین خورشید الاسلام
(۵) اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ " (۶) ترقی پسند ادب دینا اڈیشن مع ترمیم و اضافہ سردار جعفری

شعراء کے انتخابی سلسلے کی مندرجہ ذیل کتابیں

۱۔ کیفی (۲) آزاد (۳) جذبی (۴) اختر انصاری (۵) شاد عارفی

• پبلشر آل احمد سرور
• پرنٹر [illegible] پریس علی گڑھ